بہارِ تحریر
حصہ 5
علمی، تحقیقی اور اصلاحی تحریروں پر
مشتمل ایک مختصر رسالہ
عبد مصطفی

1 تا 100 کے لیے بہار تحریر کے پہلے 4 حصے ملاحظہ فرمائیں

امام ذہبی "تذکرۃ الحفاظ" میں خطیب بغدادی کے متعلق لکھتے ہیں کہ وہ راستے میں چلتے ہوئے بھی (کتابوں کا) مطالعہ کرتے تھے تاکہ (کہیں) آنے جانے کا وقت ضائع نہ ہو!

(تذکرۃ الحفاظ، ج3، ص114 بہ حوالہ علم و علما کی اہمیت، ص23، ط مکتبہ اہل سنت)

آج ہم راستے میں چلتے ہوئے پڑھنا تو بہت دور، گھر میں خالی بیٹھے ہوں تب بھی کتابیں پڑھنا پسند نہیں کرتے- ہمارے نوجوانوں کے بارے میں تو پوچھیے ہی مت، اِنھیں گانا سننے، موبائل فون پر گیم کھیلنے، فضول کی چیٹِنگ کرنے اور فلمیں وغیرہ دیکھنے سے ہی فرصت نہیں ہے اور اگر کبھی کبھار تھوڑا بہت وقت خالی مل بھی جائے تو پریشان ہو جاتے ہیں کہ اب اسے کہاں برباد کیا جائے؟

ہم یہ نہیں کہتے کہ آپ راستے میں چلتے ہوئے کتابوں کا مطالعہ کریں لیکن کبھی تو مطالعہ کریں- اپنی دوڑ بھاگ کی زندگی میں سے کچھ وقت کتابوں کے لیے بھی نکالیں، یقیناً یہ آپ کے لیے بہت مفید ثابت ہو گا-

جاتے جاتے ایک بات اور:

ممکن ہے یہ پڑھ کر کسی کو حیرانی ہوئی ہو کہ کوئی راستے میں چلتے ہوئے بھی مطالعہ کیا کرتا تھا لہٰذا ہم اُس حیرانگی میں مزید اضافہ کرنے کے لیے ایک اور واقعہ بیان کرتے ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

حضرت ثعلب نحوی علیہ الرحمہ کی وفات کا سبب یہ ہوا کہ آپ عصر کے بعد کہیں نکلے اور ہاتھ میں ایک کتاب تھی جسے آپ راستے میں چلتے ہوئے پڑھ رہے تھے- ایک گھوڑا آپ سے ٹکرا گیا اور آپ زمین پر گر پڑے! سر میں کافی چوٹ آئی- انھیں گھر لے جایا گیا اور دوسرے دن ان کا انتقال ہو گیا- (خطبات ترابی، ج1، ص74)

اللہ تعالی کی ان پر رحمت ہو اور ان کے صدقے
ہماری مغفرت ہو اور مطالعے کی توفیق بھی عطا ہو-

ٹک ٹوک

شاید ہی کوئی ایسا شخص ہو گا جو اپنے سمارٹ فون سے سوشل میڈیا کا استعمال کرتا ہو اور "ٹِک ٹوک" سے بے خبر ہو- اگر آپ نہیں جانتے تو ہم بتا دیں کہ یہ ایک سافٹ ویئر ہے جس میں آپ چھوٹی وڈیوز (شارٹ کلپس) بنا سکتے ہیں اور عام (شئر) کر سکتے ہیں- اس میں مختلف ڈھنگ سے وڈیوز بنائی جاتی ہیں مثلاً کوئی ناچ رہا ہے، کوئی گا رہا ہے، کوئی اچھل کود کر رہا ہے تو کوئی کرتب دکھا رہا ہے-

اس اپلی کیشن نے ہر شخص کو یہ موقعہ دیا ہے کہ بنا فلموں میں کام کیے آپ اپنے کرتب، اپنے ہنر اور اپنی کلا (آرٹ) کو دنیا کے سامنے پیش کر سکتے ہیں- چھوٹے ہوں یا بڑے، لڑکے ہوں یا لڑکیاں سب مداری بنے ہوئے ہیں- اس میں بے حیائی، بے ادبی اور بے شرمی کی حدیں پار کی جا رہی ہیں- یہ صرف ایک اپلی کیشن نہیں بلکہ ایسا آلہ ہے جو لوگوں کے اندر شرم و حیا نام کی چیز کو ختم کر رہا ہے-

ہو گئی محفل تِری کیا بے ادب بے قاعدہ
جو کھڑے رہتے تھے وہ اب ہیں برابر بیٹھے

اس ٹک ٹوک نے صرف دو سے تین سالوں میں پانچ کروڑ سے زیادہ لوگوں کو اپنے جال میں پھنسا لیا ہے! ان کروڑوں لوگوں میں نہ جانے کتنے مسلم نوجوان اور لڑکیاں شامل ہیں جو دن رات اپنی نمائش کے نشے میں چور ہیں- وہ نوجوان جنھیں اپنے دین کے لیے خون پسینہ ایک کرنا چاہیے تھا وہ اپنا ڈھیر سارا وقت اس بے ہودہ چیز میں برباد کر رہے ہیں- وہ لڑکیاں جنھیں اپنی آخرت کی فکر میں ڈوبے رہنا چاہیے تھا وہ دنیا کو اپنے پیچھے کھڑا کرنے کی دھن میں ہیں-

آپ کے پاس عقل ہے، سوچنے سمجھنے کی صلاحیت ہے اور وقت بھی ہے لہذا غور کریں اور پہچانیں کہ آپ کا فائدہ کہاں ہے- اس اپلی کیشن کی نحوست سے بچیں اور اپنا وقت اچھے کاموں میں لگائیں کیوں کہ یہ وقت دوبارہ نہیں ملنے والا-

حضرت سیف یمانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالی کا کسی بندے سے اپنی نظر رحمت کو ہٹا لینا یہ ہے کہ بندہ بے کار باتوں میں مشغول ہو جائے اور جو اپنے مقصد حیات کو فراموش کر کے اپنی عمر کا ایک لمحہ بھی گزارے تو اسے ضرور حسرتوں اور ندامتوں کا سامنا کرنا پڑے گا!

(وقت ہزار نعمت، ص114)

جوانوں کی محفل میں ہمیشہ کچھ نہ کچھ چرچے میں رہتا ہے- ابھی ایک
موبائل گیم (کھیل) ہے "پب جی" جس کے پیچھے گھنٹوں برباد کیے جا رہے ہیں-
اس قدر دیوانے ہیں اس گیم کے، کہ گھر میں پب جی، باہر میں پب جی،
دن میں پب جی، رات میں پب جی!
کھیلتے تو ہیں ہی اور جب دوستوں سے ملاقات کرتے ہیں تو بس اسی کی باتیں کرتے ہیں-
جتنی محنت، وقت اور دماغ اس کھیل میں خرچ کیا جاتا اگر اس کا آدھا بھی پڑھائی میں لگایا جائے تو
بہت فائدہ ہو گا- جتنی محبت اس کھیل سے ہے اگر اتنی محبت کتابوں سے کی جائے تو زندگی سنور جائے-
کئی ایسے ہیں کہ پب جی میں بندوق میں گولی بھرنے کا طریقہ، ہتھیار بدلنے کا طریقہ اور فالتو کے
فرضی دشمنوں کو مارنے کا طریقہ تو معلوم ہے لیکن افسوس کہ اسلام کا بنیادی عقیدہ نہیں معلوم!
نماز کا طریقہ نہیں معلوم! وضو و غسل کا طریقہ نہیں معلوم!

پب جی گیم تو آج آیا ہے، اس سے پہلے کینڈی کرش، ماریو، کونٹرا، لڈو، کیرم بورڈ وغیرہ کے مجنوں
پائے جاتے تھے اور آج بھی ہیں یعنی ہمیشہ کوئی نہ کوئی فضول کام مل ہی جاتا ہے-

نوجوان نسل کو ان چیزوں میں مبتلا کرنے کے پیچھے کئی لوگوں کا ہاتھ ہے- اب کسی لڑکے کے والد کو
ہی دیکھ لیجیے، وہ خود بے نمازی، بے علم اور غافل ہے تو بیٹے کو "جنید و شبلی" کیسے بنائے گا-
باپ ماں کو لگتا ہے کہ بیٹا نوکری کرنے لگا ہے اور ہزاروں روپے کما رہا ہے بس ترقی کافی ہو گئی،
اب شادی کر دو تاکہ اس کے بچے بھی یہی ترقی کا منجن خریدنے کے لیے نکل پڑیں- یہ نہیں دیکھا جاتا
ہے کہ بیٹے کے موبائل، اس کے کمپیوٹر، اس کے فیس بک پروفائل، واٹس ایپ میسنجر پر کون سے پھول
کھل رہے ہیں- اب ہو سکتا ہے کہ آپ سوچیں کہ ماں باپ تو بھولے ہوتے ہیں، انھیں کیا معلوم بیٹا
کیا کر رہا ہے؟ ہم کہیں گے کہ ماں باپ بھولے نہیں بلکہ غیر ذمہ دار ہیں اور بچوں کی تربیت کے
اسلامی طریقے سے بے خبر ہیں- بچوں کو اسکول کا راستہ دکھایا، کالجوں کے چکر کٹوائے حتی کہ ایک
آدھار کارڈ کے لیے لائن میں گھنٹوں کھڑے رہنا سیکھایا لیکن مدرسے میں تعلیم حاصل کرنے کے نام پر
خاموشی اختیار کی، علما کی خدمت میں حاضر ہو کر فیض حاصل کرنے کی بات آئی تو کان پر جوں تک نہ
رینگی-

PLAYERUNKNOWN'S
BATTLEGROUNDS

لاپرواہی کی وجہ ہے کہ اولاد کبھی پب جی میں چکن ڈنر کر رہی ہے تو کبھی فیس بک پر ایک ہزار فالوورز جمع کرنے کی خوشی منا رہی ہے- اللہ تعالی ہمارے نوجوانوں کو ان فضول چیزوں سے بچائے اور آنے والی نسلوں کی تربیت پر کام کرنے کی صلاحیت عطا فرمائے-

کُتے کی تخلیق پر ایک بے اصل روایت

ایک روایت بیان کی جاتی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے پتلے پر ابلیس نے تھوک دیا تو اللہ تعالی نے وہاں سے مٹی نکال کر کُتا بنا دیا- (ملخصًا)
میں (عبد مصطفی) نے بعض لوگوں کو یہ بھی کہتے ہوئے سنا کہ "چوں کہ حضرت آدم علیہ السلام کی مٹی سے کتے کو پیدا کیا گیا اسی لیے یہ جانور وفادار ہوتا ہے اور ناپاک اس لیے کہ ابلیس کا تھوک شامل ہے" اس روایت میں اتنے باریک نکتوں کو دیکھ پانا ہمارے بس کی بات نہیں البتہ جو ہماری آنکھوں نے دیکھا اسے بیان کرتے ہیں-

اس روایت کے متعلق حضرت علامہ مفتی محمد وقار الدین قادری رضوی رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں کہ یہ روایت بے بنیاد اور لغو (بکواس) ہے- صحیح روایت میں اس کا کوئی تذکرہ نہیں ملتا-

(وقار الفتاوی، ج1، ص344)

حضرت امیر معاویہ کاتب رسول

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ آپ رضی اللہ تعالی عنہ رسول اکرم ﷺ کے کاتب تھے اور عام کتابت کے علاوہ نبی کریم ﷺ نے آپ کو کتابت وحی کی بھی ذمے داری عطا فرمائی۔

(1) صحیح مسلم، ج4، ص1945، ر2501
(2) صحیح ابن حبان، ج16، ص189، ر7209
(3) المعجم الکبیر للطبرانی، ج13، ص554، ر14446-
(4) مجمع الزوائد، ج9، ص357، ر15924
(5) دلائل النبوۃ، ج6، ص243
(6) تاریخ اسلام، ج4، ص309
(7) الشریعہ، ج5، ص2431
(8) المبسوط، ج24، ص47
(9) الاعتقاد، ص43
(10) الحجۃ فی بیان المحجہ، ج2، ص570، ر566
(11) الذخیرۃ، ج1، ص110
(12) الاباطیل والمناکیر، ص116، ر191
(13) کتاب الاربعین، ص174
(14) تاریخ دمشق الکبیر، ج59، ص55، ر7510
(15) کشف المشکل، ج2، ص96
(16) الفخری فی الآداب، ص109
(17) جامع المسانید، ج8، ص131، ر1760
(18) الاعتصام، ص239
(19) امتاع الاسماع، ج12، ص113
(20) تقریب التھذیب، ص470، ر6758
(21) عمدۃ القاری، ج2، ص73، ر71
(22) المواھب اللدنیۃ، ج1، ص533
(23) ارشاد الساری، ج1، ص170، ر71
(24) الصواعق المحرقہ، ص355
(25) سمط النجوم، ج3، ص155
(26) تفسیر روح البیان، ج1، ص180
(27) فتاوی رضویہ شریف، ج26، ص492
(28) شان صحابہ، صفحہ نمبر32

(ماخوذ مِن مَن ھو معاویہ مصنفہ علامہ لقمان شاہد)

پسلی اور محبت

علامہ عبد الوھاب شعرانی (م973ھ) لکھتے ہیں کہ اگر کوئی یہ کہے کہ حضرت حوا کو حضرت آدم علیہ السلام کی پسلی سے ہی کیوں پیدا کیا گیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں یہ حکمت ہے کہ (پسلی میں جھکاؤ ہے اور) اس جھکاؤ کی وجہ سے عورت کو اپنے اولاد اور اپنے شوہر کی طرف میلان رہے- مرد کا بیوی کی طرف مائل ہونا حقیقت میں اپنے اوپر ہی مائل ہونا ہے کیوں کہ یہ اس کا جز ہے جب کہ عورت کا شوہر کی طرف میلان اس لیے ہے کہ پسلی سے پیدا کی گئی ہے اور پسلی میں جھکاؤ اور میلان ہے-

شیخ (محی الدین عربی) نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے اس جگہ کو جس سے آدم سے حوا نکلیں، شہوت کے ساتھ معمور فرمایا تاکہ وجود میں خلا (خالی جگہ) باقی نہ رہے- پس جب خواہش سے ڈھانپی گئی تو اس نے اس کی طرف میلان کیا اور یہ اپنی طرف ہی مائل ہونا ہے کیوں کہ وہ آپ کا جز اور حوا آپ کی طرف مائل ہوئیں کیوں کہ یہ ان کا وطن ہے جس سے وہ پیدا ہوئیں- اگر کوئی کہے کہ جب تو حوا کی (آدم) سے محبت وطن کی محبت ہے جب کہ آدم کی محبت اپنی ذات کی محبت ہے تو جواب یہ ہے کہ ہاں یہ اسی طرح ہے- اسی لیے مرد کی عورت سے محبت ظاہر ہے کہ یہ اس کا عین ہے، رہی عورت تو اسے قوت دی گئی جسے حیا سے تعبیر کیا جاتا ہے پس اس پر اس کی قوت اخفا کی وجہ سے مرد کی محبت ظاہر نہیں ہوتی کیوں کہ وطن اس سے اس طرح متحد نہیں جس طرح اس سے آدم کا اتحاد ہے-

(الیواقیت والجواھر فی بیان عقائد الاکابر، مترجم، ص270)

مذکورہ اقتباس سے یہ باتیں ظاہر ہوئیں:

(1) مرد کا عورت کی طرف مائل ہونا حقیقت میں اپنی طرف ہی مائل ہونا ہے کیوں کہ وہ اس کا جز ہے-

(2) عورت کا بھی مرد کی طرف میلان ہے لیکن چوں کہ یہ مرد کی طرح اس کے جز کی مانند متحد نہیں بلکہ وطن سے محبت ہے اسی لیے عورت کی محبت ظاہر نہیں اور اس کی ایک وجہ حیا بھی ہے-

کھائیں لیکن شور نہ مچائیں

آج میں نے بریانی کھائی، آج میرے گھر میں گاجر کا حلوہ بنا تھا، آج ہم نے فلاں سبزی کھائی اور فلاں فلاں پھل کھائے......،

ایسا کچھ بھی کہنے سے پہلے دیکھ لیجیے کہ آپ کے آس پاس کس طرح کے لوگ موجود ہیں- کہیں ایسا نہ ہو کہ ان میں سے کسی نے کئی دنوں سے اچھا کھانا نہ کھایا ہو اور آپ کی باتیں سن کر اسے تکلیف محسوس ہو-

ہمارے پیارے نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا:

تم اپنی ہانڈی (میں پکنے والے کھانے کی) بو سے اپنے پڑوسیوں کو تکلیف مت پہنچاؤ-

(ملتقطاً: کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال، اردو، ج9، ص42، ر24897)

اس حدیث کو سامنے رکھ کر یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ کھانے کی تصویر کھینچ کر فیس بک پر اپلوڈ کرنا یا کسی دوسرے ذریعے سے اپنے دوستوں یا کسی اور کو بھیجنا بھی درست نہیں ہے-

آپ کھائیں لیکن شور نہ مچائیں-

پہلے پڑھائی بعد میں کھانا

چھٹی صدی کے مشہور حنبلی عالم، علامہ ابن عقیل حنبلی مطالعے کا ایسا شوق رکھتے تھے کہ کھانا کھانے میں بھی کوشش فرماتے کہ کم سے کم وقت لگے!

آپ اکثر روٹی کھانے سے پرہیز کرتے اور وقت بچانے کے لیے چورے کو پانی میں بھگو کر استعمال کرتے؛ فرماتے کہ روٹی کھانے اور چبانے میں کافی وقت لگ جاتا ہے جب کہ اس (چورے) کے استعمال سے وقت زیادہ نکل آتا ہے- (ملخصاً: طبقات حنابلہ بہ حوالہ علم و علما کی اہمیت، ص24، 27، ط مکتبہ اہل سنت)

علم نحو کے امام، خلیل بن احمد فرماتے تھے کہ وہ ساعتیں (گھڑیاں) مجھ پر بڑی گراں گزرتی ہیں جن میں مَیں کھانا کھاتا ہوں- (ایضاً، ص23)

محدث کبیر، حضرت عبید بن یعیش علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ میں نے تیس سال تک رات کا کھانا نہیں کھایا، میری ہمشیرہ (بہن) میرے منھ میں لقمہ ڈالتیں اور میں حدیث پڑھتا اور لکھتا- (خطبات ترابی، ج4، ص250)

حضرت احمد بن یحییٰ شیبانی بغدادی علیہ الرحمہ کو جب کوئی دعوت دیتا تو اس شرط پر قبول فرماتے کہ ان کے لیے کوئی ایسی چیز مہیا کی جائے جس پر مجلد کتابیں رکھ کر پڑھ سکیں- (ایضاً، ص249)

اللہ اکبر! یہ وہ ہستیاں تھیں جنھیں وقت کی اہمیت معلوم تھی اور مطالعے سے غیر معمولی محبت تھی- دور حاضر میں دور دور تک اس کی مثال نہیں ملتی- اگر آج ہم دیکھیں تو کچھ لوگ صرف نیند کو بلانے کے لیے مطالعہ کرتے ہیں اور دوسری طرف جب بات فلم، ناٹک وغیرہ دیکھنے کی آ جائے تو آدھی رات تک اُلو کی طرح آنکھیں کھلی کی کھلی رہتی ہیں-

معاف کیجیے گا احقر کا مقصد کسی کو نیچا دکھانا یا کسی کا مذاق اڑانا ہرگز نہیں، میں تو فقط ایک حقیقت کو بیان کر رہا ہوں جس کے نمونے ہمیں اپنے ارد گرد اکثر دیکھنے کو ملتے ہیں-

اللہ تعالیٰ ہمیں وقت کی اہمیت سے واقفیت عطا فرمائے اور علم و عمل سے سچی محبت عطا فرمائے-

ویسے تو لڑکوں اور لڑکیوں کو پیار، محبت اور عشق کے نام سے بھی دور رہنا چاہیے لیکن اگر کوئی اس بیماری میں مبتلا ہو جائے تو عشق کا اظہار کرنے، تحفے دینے، باتیں اور ملاقاتیں کرنے کے بجائے نکاح کی کوشش کرنی چاہیے۔

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: لم یر للمتحابین مثل التزوج

دو محبت کرنے والوں کا ہمیں نکاح سے بہتر کوئی حل نظر نہیں آتا۔

اب چوں کہ لڑکے اور لڑکیوں کو اسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں ساتھ پڑھایا جاتا ہے تو اس بلا میں پڑنا لازمی ہے۔ اب تو لوگ اتنے آگے نکل چکے ہیں کہ لڑکیوں کو بے پردہ پڑھنے کے لیے بھیجنا غلط ہی نہیں سمجھتے!

لڑکوں کو گاڑی اور سمارٹ فون کے ساتھ جیب خرچ (پاکٹ منی) دے کر ماں باپ اپنے آپ کو اچھے سے اچھا سمجھتے ہیں۔ ایسے حالات میں کبھی بھی آپ کو اپنے بیٹے کی "گرل فرینڈ" اور اپنی بیٹی کے "بوائے فرینڈ" کی زیارت کا شرف حاصل ہو سکتا ہے!

اگر کوئی شرعی وجہ نہ ہو تو بہتری اسی میں ہے کہ فتنے کو روکنے کے لیے ان کا نکاح کر دیا جائے۔ اگر کسی وجہ سے نکاح نہ ہو سکے تو اولاد کو بھی چاہیے کہ جلد بازی میں کوئی قدم نہ اٹھائیں بلکہ صبر سے کام لیں۔

چانداورسورج جہنم میں جائیں گے!

حضرت عبداللہ داناج اور سلمۃ بن عبد الرحمن بن عوف بصرہ کی جامع مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے، امام حسن بصری آئے اور وہ بھی وہیں بیٹھ گئے۔
حضرت عبداللہ داناج نے حدیث بیان کی:
نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بے شک چاند اور سورج قیامت کے دن دو بیل ہوں گے جن کو لپیٹ کر دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔
امام حسن بصری نے پوچھا: ان کا کیا گناہ ہوگا جو انھیں دوزخ میں ڈال دیا جائے گا؟ تو عبداللہ داناج نے کہا: میں تم کو رسول اللہ ﷺ کی حدیث سنا رہا ہوں۔
یہ سن کر حسن بصری خاموش ہو گئے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ انھیں دوزخ میں ڈالنا بہ طور سزا نہیں ہے بلکہ سورج اور چاند کی پرستش کرنے والوں کی مذمت اور ان کو رسوا کرنے کے لیے انھیں دوزخ میں ڈالا جائے گا کہ دیکھو! جن کو تم خدا سمجھتے تھے اور جن کی پرستش کرتے تھے، تم کو عذاب سے بچانا تو درکنار آج وہ خود دوزخ میں پڑے ہیں اور خود کو دوزخ سے نہیں نکال سکتے۔

(اعلام الحدیث فی شرح صحیح البخاری للامام ابی سلیمان حمد بن محمد الخطابی، ص1476، ر3200۔
مشکوٰۃ المصابیح، ج3، ص107، ر5692۔
نعم الباری فی شرح صحیح البخاری، ج6، ص224، 225)

حضرت علامہ مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ چاند اور سورج عذاب پانے کے لیے دوزخ میں نہیں جائیں گے بلکہ اپنے پجاریوں کو عذاب دینے جائیں گے۔ ان کی گرمی عذاب کی گرمی سے مل کر عذاب کو دو بالا کر دے گی۔ دیکھو دوزخ میں عذاب دینے کے لیے فرشتے بھی تو ہوں گے مگر وہ عذاب پانے کے لیے وہاں نہیں گئے بلکہ عذاب دینے کے لیے ہوں گے۔ نیز چاند اور سورج نور ہیں اور نور کو نار تکلیف نہیں دیتی، دیکھو مومنین، گنہگاروں کو نکالنے کے لیے دوزخ میں جائیں گے مگر بالکل تکلیف نہ پائیں گے۔

(مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج7، ص405، ح5692)

کوئی ایک ایسا دکھاؤ

ایسی کئی ہستیاں گزری ہیں جنھیں لاکھوں کروڑوں لوگوں نے اپنا پیشوا، راہ نما، لیڈر اور امام بنایا لیکن کیا اُن میں سے کوئی ایک بھی ایسا دکھایا جا سکتا ہے جس کے کروڑوں چاہنے والوں نے اپنے مقتدا سے اِس قدر محبت کی ہو کہ اُس کے سفید رنگ کے بالوں کو بھی گن کر یاد رکھا ہو؟ نہیں ایسا کوئی نہیں ہے سوائے ہمارے نبی پاک ﷺ کے، کہ جن کے صحابہ نے یہ تک روایت کیا کہ آپ ﷺ کے کتنے بال سفید رنگ کے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کے سر مبارک میں سترہ یا اٹھارہ بال سفید تھے۔

(مسند امام احمد بن حنبل)

مسلم شریف میں ہے کہ آپ ﷺ کے تھوڑے سے بال داڑھی میں، تھوڑے سے کنپٹیوں میں اور تھوڑے سے بال سر مبارک میں سفید تھے۔

(صحیح مسلم)

بخاری شریف میں ہے کہ آپ ﷺ کے بالوں میں تھوڑی سی سفیدی ہوتی تھی۔

(صحیح بخاری)

ایک اور روایت میں ہے کہ وفات کے وقت آپ کے بیس بال بھی سفید نہیں تھے۔

(ایضاً)

(ملخصًا: شمائل الرسول لابن کثیر، اردو، ص112)

بِھینی خوشبو سے مہک جاتی ہیں گلیاں واللہ
کیسے پھولوں میں بسائے ہیں تمھارے گیسو

حضرت امام بوصیری رحمہ اللہ تعالی لکھتے ہیں:

دع ما ادعته النصاری فی نبیهم

واحکم بما شئت مدحا و احتکم

وانسب الی ذاته ما شئت من شرف

وانسب الی قدره ما شئت من عظم

فان فضل رسول الله لیس له

حد فیعرب عنه ناطق بفم

"جو عیسائیوں نے اپنے نبی کے بارے میں کہی اسے چھوڑ کر باقی ہر طرح اپنے حبیب ﷺ کی شان بیان کر- آپ کی ذات کی طرف ہر شرف اور ہر عظمت کو بے دریغ منسوب کر دے- آپ ﷺ کی فضیلت اور شان کی کوئی حد نہیں پھر آپ کی تعریف کا حق کوئی کس طرح ادا کر سکتا ہے-"

(ملخصًا: تجھ سا کوئی نہیں، ص6)

تیرے تو وَصف عیب تناہی سے ہیں بَری

حیراں ہُوں میرے شاہ میں کیا کیا کہوں تجھے

کوئی خوش کوئی غمگین

حضور اکرم ﷺ کی آمد پر سوائے کچھ بد نصیبوں کے سبھی خوش ہیں اور خوشیاں منا رہے ہیں-

نثار تری چہل پہل پر ہزار عیدیں ربیع الاول
سوائے ابلیس کے جہاں میں سبھی تو خوشیاں منا رہے ہیں

کوئی آمنہ کے لال ﷺ کی محبت میں اُن کو یاد کر کے خوش ہو رہا ہے تو کسی کے لیے یہ یادیں تکلیف کا سبب بنی ہوئی ہیں- یہ بھی میرے آقا ﷺ کا جلوہ ہے کہ آپ کی پھول سی خوب صورت یادیں غداروں کے دل میں کانٹا بن کر چبھ رہی ہے- اعلی حضرت کیا خوب فرماتے ہیں،

کوئی جان بس کے مہک رہی کسی دل میں اس سے کھٹک رہی
نہیں اس کے جلوے میں یک رہی کہیں پھول ہے کہیں خار ہے

میرے امام فرماتے ہیں کہ کسی نے حضور اکرم ﷺ کی محبت کو اپنی جان میں بسایا ہوا ہے اور آپ کی یادیں وفا داروں کے دلوں میں جان بن کر مہک رہی ہے اور کچھ وہ بد بخت ہیں کہ جن کو اس سے تکلیف ہو رہی ہے؛ ثابت ہوا کہ آپ کے جلوے ایک کام نہیں کرتے بلکہ دو کام کرتے ہیں- وفا داروں کو آپ کی یادوں سے سکون حاصل ہوتا ہے اور غداروں کو ایذا پہنچتی ہے-

یہ کوئی نئی بات نہیں

جب ہم جھوٹے مقررین اور ایسے نام نہاد علما کا رد کرتے ہیں جنھوں نے اپنے افعال سے دین کو نقصان پہنچایا ہے اور علما کی جماعت کو بدنام کیا ہے تو کچھ لوگ جن کو شاید اپنی دکان کی فکر ہے، ہم سے کہتے ہیں کہ یہ علما کی توہین ہے اور تم علماے کرام کے گستاخ ہو.........!

یہ کوئی نئی بات نہیں ہے بلکہ علماے متقدمین کے ساتھ بھی ایسا ہوا ہے کہ انھیں اِن دو نمبروں کا رد کرنے کی وجہ سے برا بھلا کہا گیا اور تکلیفیں دی گئیں، چناں چہ:

مشہور تابعی، امام شعبی علیہ الرحمہ نے جب ایک مقرر سے بھرے مجمعے میں فرمایا کہ "اللہ سے ڈر اور جھوٹی روایت بیان مت کر" تو اس مقرر نے امام شعبی سے کہا کہ اے بد کردار تو میرا رد کرتا ہے اور پھر جوتا اٹھا کر امام شعبی کو مارنے لگا پھر پورا مجمع امام شعبی پر ٹوٹ پڑا!

(تحذیر الخواص من اکاذیب القصاص، امام جلال الدین سیوطی، ص203، 204-
و القصاص والمذکرین، علامہ ابن جوزی، ص302، 303-
و الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوعۃ المعروف بالموضوعات الکبری، ملا علی قاری، ص85، 86-
و موضوعات کبیر، مترجم، ملا علی قاری، ص64، 65)

اگر آج ایسوں کا رد کرنے پر ہمیں برا بھلا کہا جاتا ہے تو یہ کوئی نئی بات نہیں ہے-

ہمارے نوجوان اور سوشل میڈیا

اس زمانے میں اب بہت کم لوگ ایسے بچے ہیں جو سوشل میڈیا سے دور ہیں- ٹی وی، موبائل فون اور انٹرنیٹ کے ذریعے ہر شخص پوری دنیا سے ایسا جڑا ہوا ہے جیسے دو انگلیاں- دنیا کے ایک کونے میں کچھ ہوتا ہے تو ہزاروں میل دور دوسرے کونے میں فوراً خبر پہنچ جاتی ہے- سوشل نیٹ ورکنگ ویب سائٹس کے ذریعے مختلف شہروں کے رہنے والے ایک دوسرے کو دوست بنا رہے ہیں- اِن ویب سائٹس میں فیس بک، واٹس ایپ، ٹویٹر، انسٹا گرام، ٹیلی گرام اور ویڈیو کالنگ ایپس بہت مشہور ہیں- نوجوانوں کی اکثریت سوشل میڈیا پر موجود ہے- شہر کیا اور دیہات کیا، ہر جگہ سوشل میڈیا کا جال بچھا ہوا ہے-

فائدہ بھی نقصان بھی:

جہاں ایک طرف سوشل میڈیا سے لوگوں کو بے حساب فائدہ ہوا ہے وہیں دوسری طرف بہت بڑا نقصان بھی ہوا ہے- فائدے اور نقصان کا دارومدار اس کے استعمال پر ہے؛ اگر آپ اس کا صحیح استعمال کرتے ہیں تو یہ مفید ہے ورنہ مضر-

نوجوانوں کے حالات:

کئی نوجوانوں کی ٹائم لائن، اسٹیٹس اور تصویر ایسی ہوتی ہیں کہ اگر ان کے والدین یا گھر والے دیکھ لیں تو شرم سے پانی پانی ہو جائیں! ٹائم لائن پر بے ہودہ لطیفے، گندی گندی تصویریں اور غیر اخلاقی تحریریں موجود ہوتی ہیں- اگر کبھی کبھار دینی جذبہ پیدا ہو بھی گیا تو یہ تحریریں شئر کرتے ہیں کہ "یہ میسج گیارہ لوگوں کو بھیجو تو خوشخبری ملے گی"، "اس مہینے کی مبارک باد دو تو جنت میں جانے سے کوئی نہیں روک سکتا"، "آج سیدہ فاطمہ کا یوم ولادت ہے" (جو کہ سوشل میڈیا پر روز ہوتا ہے) وغیرہ-

اگر دین کے لیے جذبات زیادہ بڑھ گئے تو پھر یہ میسج شئر کرتے ہیں کہ "ایک فلم ریلیز ہو رہی ہے اللہ کے بندے...... " باقی تو آپ جانتے ہی ہیں-

صحیح استعمال:

اگر آپ فیس بک، واٹس ایپ، ٹویٹر اور انسٹا گرام وغیرہ کا استعمال کرتے ہیں تو انھی لوگوں کو فالو کریں یا فرینڈ بنائیں جن کی تحریریں (پوسٹس)، ٹویٹس، فوٹوز اور وڈیوز وغیرہ سے آپ کے علم میں اضافہ ہو یا کوئی اچھی چیز سیکھنے کو ملے، مثال کے طور پر علمائے اہل سنت کو فالو کریں، اسلامی پیجز کو لائیک کریں، اپنے دوستوں اور رشتہ داروں جو ان ویب سائٹس پر موجود ہوں، انھیں لسٹ میں شامل کریں- جہاں کہیں کوئی غیر مناسب چیز دیکھیں تو فوراً اس کے بھیجنے والے کو بلاک کریں-

غلط استعمال:

سوشل میڈیا کا غلط استعمال آپ کے گناہوں میں اضافہ کر سکتا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ کو جیل کی ہوا کھانی پڑے لہذا سیاسی معاملات میں بحث کرنے، کسی کو گالیوں بھرا میسج کرنے، غیر اخلاقی تحریروں یا تصویروں پر تبصرہ کرنے سے اجتناب کریں-

ہمارے زمانے کی عورتیں

عورتوں کے مسجد جانے کے متعلق ام المومنین،
حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں کہ اگر رسول اللہ ﷺ
عورتوں کے اس بناؤ سنگھار کو دیکھ لیتے جو انھوں نے اب ایجاد کیا ہے تو ان کو (مسجد میں
آنے سے) منع فرما دیتے جس طرح بنی اسرائیل کی عورتوں کو منع کیا گیا تھا-
(بخاری شریف، ج1، ص472، ر869)

علامہ بدرالدین عینی حنفی علیہ الرحمہ (م855ھ) لکھتے ہیں کہ اگر حضرت عائشہ رضی اللہ
تعالی عنہا عورتوں کے اس بناؤ سنگھار کو دیکھ لیتیں جو انھوں نے ہمارے زمانے میں ایجاد
کر لیا ہے اور اپنی نمائش میں غیر شرعی طریقے اور مذموم بدعات نکال لی ہیں، خاص طور پر
شہر کی عورتوں نے تو وہ (حضرت عائشہ صدیقہ) ان عورتوں کی بہت زیادہ مذمت کرتیں-
(عمدۃ القاری، ج6، ص227)

علامہ غلام رسول سعیدی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اگر علامہ عینی ہمارے زمانے کی فیشن زدہ
عورتوں کو دیکھ لیتے تو حیران رہ جاتے- اب اکثر عورتوں نے برقع لینا چھوڑ دیا ہے، سر کو
ڈوپٹے سے نہیں ڈھانپتیں، تنگ اور چست لباس پہنتی ہیں، بیوٹی پارلر میں جا کر جدید طریقوں
سے میک اپ کراتی ہیں، مردوں کے ساتھ مخلوط اجتماعات میں شرکت کرتی ہیں، مراتھن دوڑ میں
حصّہ لیتی ہیں، بسنت میں پتنگ اڑاتی ہیں، ویلین ٹائنس ڈے مناتی ہیں، اس قسم کی آزاد روش
میں عورتوں کے مسجد میں جانے کا تو خیر کوئی امکان ہی نہیں ہے-
(نعم الباری فی شرح صحیح البخاری، ج2، ص798)

میں (عبد مصطفی) کہتا ہوں کہ اب تو حالات یہاں تک پہنچ چکے ہیں کہ بعض اوقات یہ فیصلہ کرنا
مشکل ہو جاتا ہے کہ سامنے کوئی جناب ہیں یا محترمہ! ایسا فیشن نکلا ہے کہ مرد اور عورت میں
تمیز کرنا دشوار ہو گیا ہے-
ایک فکر لوگوں کے ذہنوں میں ڈالی جا رہی ہے کہ "عورتیں مردوں سے کم نہیں" اور اسی مقابلے کے
چکر میں عورتوں نے شرم و حیا نام کی چیز کو اپنی لغت (ڈکشنری) سے مٹا (ڈلیٹ کر) دیا ہے!

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے پڑوس میں ایک فاسق و فاجر شخص رہتا تھا- ایک دن اس نے امام احمد بن حنبل کو سلام کیا تو آپ نے صحیح سے جواب نہ دیا اور ناخوشی کا اظہار کیا-

اس شخص نے کہا: اے ابو عبداللہ! آپ مجھ سے ناخوش کیوں ہیں؟ آپ کو میرے (گناہوں کے) بارے میں جو کچھ معلوم ہے، ایک خواب دیکھنے کے بعد میں اس سے توبہ کر چکا ہوں-

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا: تم نے کیا خواب دیکھا؟

اس شخص نے کہا کہ مجھے خواب میں جان جہاں، سرور کون و مکاں ﷺ کی اس طرح زیارت ہوئی کہ آپ ﷺ زمین کے ایک بلند حصے پر تشریف فرما ہیں اور بہت سے لوگ نیچے بیٹھے ہوئے ہیں، ان میں سے ایک ایک شخص اٹھ کر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتا اور عرض کرتا کہ حضور! میرے لیے دعا فرمائیں، آپ ﷺ ہر ایک کے لیے دعا فرماتے- وہاں موجود تمام لوگوں نے دعا کروائی، صرف میں باقی رہ گیا؛ میں نے کھڑے ہونے کا ارادہ کیا لیکن اپنے برے اعمال کی بنا پر شرما گیا اور مجھے اٹھنے کی ہمت نہ ہوئی-

رحمت عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے فلاں، تو اٹھ کر ہمارے پاس کیوں نہیں آتا اور ہم سے دعا کی درخواست کیوں نہیں کرتا؟ تاکہ ہم تیرے لیے بھی دعا کریں-

میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! میرے کرتوت بہت برے ہیں جس کی وجہ سے میں شرمندہ ہوں اور یہ شرمساری مجھے کھڑا ہونے سے روک رہی ہے-

سلطان دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر شرم تجھے کھڑا ہونے سے روک رہی ہے تو ہم تمھیں کہتے ہیں کہ اٹھ کر ہم سے درخواست کرو، ہم تمھارے لیے دعا کریں گے! (سبحان اللہ) کیوں کہ تم (گنہگار تو ہو لیکن) ہمارے کسی صحابی کو گالی نہیں دیتے (ان کی برائی نہیں کرتے)-

میں اٹھ کر کھڑا ہو گیا، آپ ﷺ نے میرے لیے بھی دعا فرمائی؛ میں جب بیدار ہوا تو مجھے اپنے تمام برے مشاغل (یعنی اپنے برے کاموں) سے نفرت ہو چکی تھی-

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اپنے شاگردوں کو حکم دیا کرتے تھے کہ اس حکایت کو یاد کر لو اور اسے بیان کیا کرو کیوں کہ یہ فائدے مند ہے-

(انظر: مصباح الظلام بہ حوالہ طبقات الحنابلہ از قاضی ابو یعلی حنبلی، 118/1)

اللہ تعالیٰ ہمیں صحابہ کرام کی سچی محبت عطا فرمائے اور ان کے گستاخوں کی صحبت سے بچائے، آمین-

عید میں گناہوں کی شاپنگ

عید کے لیے نئے کپڑے مول لینے کے ساتھ ساتھ آج کل گناہوں کی بھی خریداری ہو رہی ہے.....!
شاید ہی کوئی ایسا مارکیٹ ہو گا جس میں بے پردہ عورتوں کا ریلا نہ لگا ہو- کھلے عام
عورتیں دکان دار مردوں سے بات چیت کر رہی ہیں اور شوہر صاحب پہلو میں کھڑے دیکھ رہے ہیں
کیوں کہ ان کے نزدیک تو "یہ سب چلتا ہے"-

ابھی جو حالات ہیں، ایک نیک آدمی مارکیٹ میں قدم رکھنے کی سوچ بھی نہیں سکتا- یہ "ریلا"
سڑکوں سے لے کر گلیوں تک لگا ہوا ہے- اگر کسی وجہ سے یہ مناظر دیکھنے کا اتفاق ہو جاتا
ہے تو دل خون کے آنسو روتا ہے-

یہ ہمیں کیا ہو گیا ہے؟ ہم کدھر جا رہے ہیں؟ کیا عید کی شاپنگ اتنی ضروری ہے کہ ہم شریعت
کو پیٹھ پیچھے ڈال دیں؟

اگر شاپنگ سے وقت مل جائے تو کبھی سوچیں کہ کیا ہم نے گناہوں کی شاپنگ تو نہیں کی؟

گناہوں کا نیکیوں میں بدلنا

اللہ تعالی فرماتا ہے:

مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِکَ یُبَدِّلُ اللّٰہُ سَیِّاٰتِہِمْ حَسَنٰتٍ ؕ وَکَانَ اللّٰہُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ۝

(الفرقان:70)

یعنی جس نے توبہ کر لی اور ایمان لے آیا اور نیک عمل کیے تو یہ وہ لوگ ہیں جن کے گناہوں کو اللہ نیکیوں سے بدل دے گا اور اللہ بہت بخشنے والا بے حد رحم فرمانے والا ہے۔

امام ابو منصور ماتریدی (متوفی 333ھ) اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

گناہوں کو نیکیوں سے بدلنے کے دو معنی ہیں؛ ایک یہ کہ گناہ کرنے والے جب اپنے گناہوں سے توبہ کر لیتے ہیں اور ان گناہوں پر نادم ہوتے ہیں تو اللہ تعالی ان کو آئندہ کی زندگی میں یہ توفیق عطا فرماتا ہے کہ وہ ہر گزشتہ گناہ کی جگہ ایک نیکی کر لیتے ہیں اور یوں (اس توفیق کے سبب) ان کا ہر گناہ نیکی میں تبدیل ہو جاتا ہے،

اور دوسرا معنی یہ ہے کہ دنیا میں لوگوں کو اگر اپنے گناہوں پر ندامت اور حسرت پیدا ہو جائے تو اللہ تعالی آخرت میں ان گناہوں کو نیکیوں میں تبدیل فرما دے گا۔

(تاویلات اھل السنۃ، ج8، ص45 بہ حوالہ نعم الباری فی شرح صحیح البخاری، ج8، ص410)

ہمارے گناہوں کی تعداد بہ ظاہر نیکیوں سے کئی گنا زیادہ ہیں!

ہمیں اپنے گناہوں پر نادم ہونا چاہیے اور ہمیشہ گناہوں سے بچنے کی کوشش کرتے رہنی چاہیے تاکہ اللہ تعالی ہمارے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دے۔ بے شک اللہ تعالی کی رحمت کے آگے یہ ایک چھوٹی سی چیز ہے۔

یوٹیوب یا گمراہی ٹیوب

سمارٹ فون کا استعمال کرنے والے بیشتر لوگ جانتے ہیں کہ یوٹیوب کیا ہے لہذا اس بارے میں زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں ہے- شارٹ کٹ میں اتنا جان لیجیے کہ یہ ایک ویب سائٹ ہے جو وڈیوز کے لیے بنائی گئی ہے- اس میں کوئی بھی کہیں سے بھی وڈیوز رکارڈ کر کے اپلوڈ کر سکتا ہے اور پھر شیئرنگ کے ذریعے کئی لوگوں تک پہنچا سکتا ہے-

یوٹیوب سے لوگوں کو کافی فائدہ ہوا ہے- جن لوگوں کو مشکل سے ان کے محلے والے بھی نہیں جان پاتے، آج یوٹیوب کی وجہ سے وہ لاکھوں لوگوں میں مشہور ہیں؛ یہ الگ سی بات ہے کہ انھوں نے کس طرح کی وڈیوز سے شہرت حاصل کی-

دیہات میں ایک تقریر کرنے والے کو زیادہ سے زیادہ کتنے لوگ جان پاتے لیکن یہ یوٹیوب ہی ہے کہ انھیں "انٹر نیشنل" سطح پر مشہور کر دیا-
اس سے آپ ہزاروں کلو میٹر دور رہنے والے کسی عالم کی تقریر کو مفت میں سن سکتے ہیں!

یہ تو ہوئی فائدے کی بات لیکن اس کے سائڈ ایفیکٹس دیکھ کر ایسا لگتا ہے کہ یہ یوٹیوب نہیں بلکہ "گمراہی ٹیوب" ہے- ایک شخص نے یوٹیوب کھولا اور تقریر سننی شروع کر دی، اسے پتا ہی نہیں کہ تقریر کرنے والا کس گروپ سے تعلق رکھتا ہے اور اس کے نظریات کیسے ہیں! پھر دھیرے دھیرے اس کی باتیں اچھی لگنے لگیں، اب وہ جو بھی کہتا ہے اِس کے لیے حرف آخر ہوتا ہے اور وہ شخص اس طرح گمراہی کے کنوے میں جا گرتا ہے-

میرے ایک دوست جو لوگوں کو نیکی کی دعوت بھی دیا کرتے ہیں، ایک دن اسی یوٹیوب کے اوپر گفتگو چل رہی تھی تو انھوں نے ایک مقرر کا نام لیتے ہوئے کہا کہ فلاں مقرر صاحب بھی بہت اچھا بیان کرتے ہیں....،
میں تو فلاں صاحب کا نام سن کر بالکل حیران ہو گیا کیوں کہ ان کا تعلق ایک گمراہ فرقے سے ہے! پاکستان کے رہنے والے ہیں اور اپنی اِموشنَل ایکٹنگ کے لیے جانے جاتے ہیں-

جب میں نے اپنے دوست کو یہ بتایا تو تھوڑی دیر کے لیے ان کی آنکھیں بڑی ہو گئیں پھر انھوں نے آئندہ سے فلاں صاحب کے بیانات نہ سننے ہا کا عہد کیا۔

نہ جانے کتنے لوگ اس یوٹیوب کی وجہ سے گمراہ ہوئے ہیں۔ نوجوانوں کا ایک بہت بڑا طبقہ اس دلدل میں پھنس چکا ہے جن کے نکلنے کی کوئی راہ نظر نہیں آتی!

اگر آپ یوٹیوب کا استعمال کرتے ہیں تو بہت ہی احتیاط کے ساتھ کریں۔ علمائے اہل سنت کے علاوہ کسی کا بیان نہ سنیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ یوٹیوب آپ کے لیے گمراہی کا ٹیوب بن جائے۔

گدھے کی تعظیم

ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ دراز گوش پر سوار ہو کر حضرت سعد بن عبادہ کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔

(بخاری، باب عیادۃ المریض راکبا و....، ر5663، ملتقطاً)

اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے علامہ غلام رسول سعیدی رحمہ اللہ تعالی لکھتے ہیں کہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ نبی کریم ﷺ گدھے پر سوار ہو کر حضرت سعد بن عبادہ کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے، اس لیے گدھے پر سوار ہونے کو حقیر نہیں سمجھنا چاہیے۔ ملا علی قاری حنفی علیہ الرحمہ نے (تو یہاں تک) لکھا ہے کہ جو شخص گدھے پر سواری کو کمتر اور حقیر جانتا ہے وہ خود گدھے سے بھی زیادہ کمتر اور حقیر ہے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ گدھے پر سوار ہونا سنت ہے؛ گاؤں اور دیہات میں گدھے پر سواری کے مواقع ہیں۔ (انظر: نعم الباری فی شرح صحیح البخاری، ج11، ص923)

سبحان اللہ! جس چیز کو حضور ﷺ سے نسبت ہو جائے وہ بھی معظم ہو جاتی ہے۔ حضور سے محبت کرنے والے ان تمام چیزوں سے محبت کرتے ہیں جس کی نسبت حضور سے ہو!

یہ کیسا عقیدہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے علم کو جانوروں اور پاگلوں سے تشبیہ دی جائے اور پھر ایمان کا اور عشق رسول کا دعوٰی کیا جائے؟ عشق تو یہ کہتا ہے کہ جس گدھے پر نبیوں کے امام نے سواری فرمائی ہے اب اس سواری کو حقیر سمجھنے والا خود گدھے سے زیادہ کمتر ہے۔

کیا حال چال ہیں؟

امام ابو طالب مکی علیہ الرحمہ (م386ھ) لکھتے ہیں کہ پہلی زمانے میں جب لوگ آپس میں ملتے تو ایک دوسرے سے پوچھتے: کیا حال چال ہیں؟ اس سے مراد یہ پوچھنا ہوتا کہ "مجاہدہ، صبر میں اپنے نفس کے متعلق اور ایمان و علم یقین کی زیادتی میں دل کی حالت کے متعلق کچھ بتائیے" بسا اوقات وہ یہ مراد لیتے کہ "پروردگار عزوجل سے اپنے معاملے کی خبر دیجیے" اور یہ بھی بتائیے کہ "دنیا و آخرت کے امور کی انجام دہی میں آپ کی حالت کیسی ہے؟ ان میں زیادتی ہوتی ہے یا کمی؟" اس طرح وہ اپنے دلوں کے احوال کا تذکرہ کرتے، اپنے علوم پر عمل کی کیفیات بیان کرتے اور اس بات کا بھی ذکر کرتے اللہ تعالی نے انھیں حسن معاملہ کی دولت عطا فرمائی اور ان کے لیے کیسے کیسے مفاہیم عیاں (ظاہر) کیے۔ اس سے ان کا مقصود محض انعام باری تعالی کو شمار کرنا اور اس پر شکر بجا لانا ہوتا کہ ان کا یہ عمل ان کے لیے معرفت و حسن معاملہ میں زیادتی کا سبب بن جائے۔
آج کل لوگ ایک دوسرے سے مل کر حال چال معلوم کرتے ہیں تو ان کی مراد امور دنیا اور اسباب حرص و ہَوا کے متعلق پوچھنا ہوتا ہے۔ اس کے بعد بندہ شکایت اور ناراضی کا اظہار کرتا ہے اور یوں وہ اپنے نفس کے ساتھ ساتھ اپنی بد اعمالیاں تک بھول جاتا ہے۔

(قوت القلوب، اردو، ج2، ص14، ملخصًا و ملتقطاً)

اب موجودہ زمانے میں تو حال چال پوچھنے سے یہی مراد لیا جاتا ہے کہ کام کیسا چل رہا ہے؟، بیوی بچے کیسے ہیں؟، تجارت میں فائدہ ہوا یا نہیں؟، نوکری ملی یا نہیں؟ یا پھر گاڑی خریدی یا نہیں؟
بہت کم لوگ ایسے بچے ہیں جو کسی سے یہ جاننے کے لیے حال چال پوچھتے ہوں کہ تمھارے اور رب کے درمیان کا معاملہ کیسا ہے؟ علوم پر عمل میں کامیابی مل رہی ہے نہیں؟ نفس سے جنگ کی کیا کیفیت ہے؟
کتنا اچھا ہوتا جو ہم ایک دوسرے سے حال چال صرف اسی لیے پوچھتے تاکہ اپنے اپنے دلوں کے حالات کو بیان کر سکیں، مختلف کیفیات پر تبادلۂ خیال کر سکیں اور ایک دوسرے کے لیے آخرت کی تیاری میں آسانی کی دعا کر سکیں.......، اے کاش ایسا ہو.....،

کیا ایسا نہیں ہوسکتا؟

کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ ایک شوہر اپنی بیوی کے لیے "شریفوں والے" کپڑے خرید لائے اور بیوی اسے خوشی خوشی قبول کر لے؟
نہیں نہیں بالکل نہیں! یہ میں نے کیا کہ دیا! ایسا کیسے ہو سکتا ہے........!

بیوی صاحبہ کی پسند بھی تو کوئی چیز ہے- شوہر پر تو لازم ہے کہ ایک دن بلکہ دو دن اور اگر نہ ہو تو تین دن کا وقت نکال کر بیوی کو پورے بازار گھما کر شاپنگ کروائے اور ایسے کپڑے دلوائے جو محلے میں سب سے الگ ہو تاکہ دیکھنے والوں کے تاثرات کے اظہار سے دونوں میاں بیوی کو سکون حاصل ہو-

یہ بھی دیکھنا ضروری ہے کہ اس سال عید میں "کیا چل رہا ہے؟" (مطلب کس کا ٹرینڈ ہے) کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم پرانے ورژن (موڈل) کے کپڑے خرید لیں اور بازار میں کچھ اور چل رہا ہو-

بیوی صاحبہ خود کپڑے کا کَلر، ڈیزائن، کوالٹی، برانڈ اور قیمت وغیرہ دیکھیں گی اور دکان دار سے خود مول تول بھی کریں گی- اب ہم پردے کی بات کریں گے تو یہ تک کہا جا سکتا ہے کہ "نیت اچھی ہونی چاہیے" لہذا ہم خاموش ہیں کیوں کہ شوہر، بیوی، دکان دار اور آس پاس موجود لوگ، سب کی نیت اچھی ہے اور ہماری ہی سوچ خراب ہے-

گستاخی معاف کریں ہم زیادہ بول گئے........!

کہنے سے پہلے کرو بھی

ایک بزرگ کے پاس ایک عورت اپنے بچے کو لے کر آئی اور کہنے لگی: اس بچے کو گُڑ کھانے سے منع فرما دیں-

بزرگ نے کہا کہ وہ اس بچے کو دوسرے دن لے کر آئے-

جب وہ عورت دوسرے دن بچے کو لے کر آئی تو بزرگ نے بچے سے فرمایا: بیٹا گُڑ مت کھایا کرو......،

بچے کی ماں بولی: حضرت! یہ نصیحت تو آپ کل بھی کر سکتے تھے (پھر دوسرے دن کیوں بلایا؟)

بزرگ فرمانے لگے: کل ایسا کرنا ناممکن تھا کیوں کہ میں نے کل خود گُڑ کھایا ہوا تھا!

(انظر: آدابِ استاد و شاگرد، ص33)

دوسروں کو نصیحت کے پھول بانٹنے سے پہلے ہمیں خود کو دیکھنا چاہیے کہ ہم نے کتنی باتوں پر عمل کیا ہے- اگر ہم عمل کے بعد دوسروں کو نیکیوں کی دعوت دیں گے تو ہماری دعوت قبول ہوتی ہوئی نظر آئے گی-

ڈاکٹر طاہر صاحب

ڈاکٹر طاہر صاحب کے متعلق بہتوں نے بہت کچھ لکھا؛ کسی نے رد میں لکھا تو کسی نے دفاع اور حمایت میں لکھا- اگر ہم انصاف کی نظروں سے دیکھیں تو معلوم ہو گا کہ جنھوں نے حمایت میں لکھا ہے ان کی نظروں میں ڈاکٹر صاحب کے کام نے پردہ ڈال رکھا ہے ورنہ علماے اہل سنت نے ڈاکٹر صاحب کے متعلق متفقہ طور پر اپنا نظریہ پیش فرما دیا ہے جو مزاجِ شریعت کے عین مطابق ہے-

اب تک ڈاکٹر صاحب کے بارے میں جو فتاوی، اقوال اور نظریات علماے اہل سنت کی جانب سے منظر عام پر آئے ہیں وہ لوگوں کی رہ نمائی کے لیے شافی و کافی ہے- میں فقط اتنا عرض کرنا چاہوں گا کہ:

دستار کے ہر پیچ کی تحقیق ہے لازم
ہر صاحب دستار معزز نہیں ہوتا

شاعر کی مراد تک بھلے ہی مجھ کم فہم کی رسائی نہ ہو سکے لیکن میں اس شعر کے ذریعے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ڈاکٹر صاحب ہوں یا عالَم رویا میں ائمہ و محدثین سے دستار حاصل کرنے والا کوئی صوفی، اُن کے دستار کے ہر پیچ کی تحقیق کرنا لازم ہے کیوں کہ کبھی کبھی جو دکھتا ہے وہ ہوتا نہیں اور جو ہوتا ہے وہ دکھائی نہیں دیتا-

OUR OTHER BOOKS